ڈاکٹر زینت بی بی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، شہید بینظیر بھٹو خواتین یونیورسٹی پشاور
ڈاکٹر محمد ناصر آفریدی
شعبۂ اُردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور
ڈاکٹر بسمینہ سراج
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، شہید بینظیر بھٹو خواتین یونیورسٹی پشاور

اردو زبان، ارتقا سے جدت تک

Dr.Zeenat Bibi
Assistant Professor, Department of Urdu, Shaheed Benazir Bhutto Women University Peshawar
Dr. Muhammad Nasir Afridi
Department of Urdu, Serhad University of Science and Information Technology Peshawar.
Dr.Bismina Siraj
Assistant Professor, Department of Urdu, Shaheed Benazir Bhutto Women University Peshawar

Urdu Language, From Evolution to Innovation

The importance of our national language Urdu is certain. It ranks fourth among the world's languages, and it is a matter of pride for all of us that Urdu has reached many stages of evolution. Urdu language is the language of millions of people. In the present era, according to the needs and requirements of the time, Urdu language has not only developed form but also new scientific inventions including the internet computer and various mobile applications have expanded its scope. Urdu language is universal in the sense that it not only absorbed other languages but also kept its footing open for their words. There is no field where there is no knowledge or knowledge in Urdu.

Key Words: *National language, present era, Evolution to innovation,*

Modern consciousness, Modern literary trends, Culture and Civilization, Advanced languages.

ہر دور میں ادیبوں نے اپنے عہد اور عصری تقاضوں کے پیش نظر اپنی تخلیقات سامنے لائیں ہیں۔ برصغیر میں مختلف ایسے ادوار گزرے ہیں جن میں تخریب تعمیر کی صورت اختیار کر گئی۔ اس تخریب نے اردو زبان و ادب کو نادانستہ طور پر ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ بقول اقبال

خدا تمھیں کسی طوفان سے آشنا کر دے

کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

انیسویں صدی کے ہنگامہ خیز دور نے برصغیر پاک وہند کی بحر میں اضطراب پیدا کیا۔ جب مغربی طاقت نے یہاں اپنا تسلط قائم کیا تو مقامی سطح پر اس اقتدار کی مستحکمی کو محسوس کیا گیا۔ جس کے تناظر میں ادیبوں نے عصری شعور کو سامنے رکھتے ہوئے آئے ہوئے زبان و ادب کے لیے اپنی خدمات سرانجام دیں۔ ان میں محمد حسین آزاد، الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، سرسید احمد خان اور اقبال کی خدمات بصورت تحریر و تقریر نمایاں ہیں۔

اس اضطراب نے اردو زبان ادب میں تشکیل و ارتقا اور جدیدیت کی نئی راہیں متعین کیں۔ اس طرح بیسویں صدی کے شروع ہوتے ہی یہاں مغربی اثرات نے زبان و ادب کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ یہاں کے ادیبوں نے ان کا اثرات کو قبول کیا اور اس کا رنگ تحریروں کی صورت سامنے آیا۔

اردو شاعری کو بنیادی طور پر ابتدا ہی سے عربی و فارسی کی روایات ملی ہیں۔ دوسرا یہ کہ یہاں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کی بھی بہت بڑی تہذیبی آمیزش موجود ہے۔ جس کے نتیجے میں ہندی کا اثر و رسوخ بھی اردو زبان کی تشکیل و ارتقا میں بنیادی جزرہا ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اردو زبان کو لشکری زبان بھی کہا جاتا ہے جو سترھویں صدی عیسوی میں شاہی لشکر دہلی رہا ہے۔ یہ تاریخ میں اردو معلی کے نام سے جانا جاتا ہے اور یہ ہندی ترکی عربی فارسی اور سنسکرت زبانوں کی آمیزش سے وجود پاتا ہے۔

مختلف ادوار میں مختلف نام اردو کے حصے میں آئے۔ ان میں ہندی، ہندوی، ہندوستانی، ریختہ، دکنی اور اردو وغیرہ شامل ہیں۔ اردو کے ان ناموں کے بارے میں مختلف نظریات سامنے آئے ہیں۔ اردو کا لفظ سب سے پہلے شہنشاہ بابر نے "تزک بابری" میں استعمال کیا۔ سراج الدین خان آرزو نے اس زبان کو "ہندی یا ہندوی" لکھا ہے۔

میر تقی میر نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "نکات الشعراء" میں "ریختہ" کا ذکر کیا ہے۔اسی طرح محمد حسین آزاد کے ہاں بھی یہ لفظ بھرپور وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ رام بابو سکسینہ کسی نے اپنی کتاب تاریخ ادب اردو میں اسے "اندوستان" سے تعبیر کیا ہے۔اسی طرح ۱۸۷۷ میں گلکرسٹ نے سب سے پہلے "ہندوستانی" کا لفظ استعمال کیا جس کا تذکرہ باغ و بہار میں ملتا ہے۔غالب نے اپنے دیوان میں اردو زبان کے لیے لفظ "ریختہ" کی جگھوں پر استعمال کیا ہے۔بقول غالب

ریختہ کے تم ہی استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا (۱)

آج دنیا کی جتنی بھی ترقی یافتہ زبانیں ہیں جو علمی اور شائستگی کے تناظر میں عالی مرتبت ہیں وہ ابتدا میں بولیاں ہی تھیں اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ تغیر و تبدیلی کی بدولت ترقی کے منازل طے کرتی گئیں۔اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں درویشوں اور صوفیائے کرام کا کردار بھی ایک اہم حوالہ ہے۔حضرت بندہ نواز گیسو دراز، بابا فرید گنج شکر، امیر خسرو، شاہ عالم، شیخ بہاء الدین باجن، شاہ محمد غوث گوالیاری، شمس العشاق، شیخ شاہ برہان الدین جانم اور سید میراں حسین شاہ وغیرہ کے نام شامل ہیں۔جن کی ملی جلی زبانوں سے اردو زبان نے ہندی سے ریختہ اور بعد میں اردو زبان کی شکل اختیار کی۔

مغل دور سلطنت جو برصغیر میں ۸ سو (۸۰۰) سال تک رہی۔اس مناسبت سے یہاں فارسی کی روایت پروان چڑھی۔اس طرح مذہب اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے عربی زبان کا کردار بھی اہم رہا ہے اور عربی زبان کے بہت سے الفاظ اور قواعد کے اصول اردو زبان کا حصہ بنے۔اس کے بعد اہل مغرب کی اس خطے میں آمد اور یہاں حکومت قائم کرنے کی بدولت انگریزی زبان وادب کے اثرات بھی اثر انداز ہوتے رہے۔

اردو ہماری قومی زبان ہے۔یہی ہندوستان کی اصل زبان ہے۔یہی پر پیدا ہوئی۔یہی پلی بڑھی اور ترقی کے منازل طے کرتی رہی لیکن کوئی زبان صرف بول چال کے لیے پیدا نہیں ہوتی۔یہ اتحاد یکجہتی اور قومی تقاضوں کے لیے بنیادی اثاثہ ہے۔اس حوالے سے مولوی عبدالحق اپنی کتاب ہماری زبان میں لکھتے ہیں:

"زندگی کا پھیلاؤ دور دور تک ہے۔اس کے شعبے اس قدر وسیع ہیں کہ جس قدر کے کائنات۔زبان زندگی کا نہایت مفید اور اہم جزہے اور زندگی کے ہر شعبے کے ساتھ اس

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 3, Issue 2, (April to June 2022)
ماخذ تحقیقی مجلہ

کا لگاؤ اس قدر گہرا ہے کہ انسانی تمدن اور تہذیب کی ترقی جو ہم اس وقت دیکھتے ہیں اس میں بہت کچھ اس زبان کا دخل پایا جاتا ہے۔" (۲)

اردو زبان کی ارتقاء اور ترقی میں مولوی عبدالحق کی خدمات کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے ہر اس پلیٹ فارم سے اردو زبان کی خدمت کی جہاں جہاں سے ممکن تھا۔ وہ اپنی پوری زندگی اس زبان کی خدمت کرتے رہے اور کتابیں، کانفرنسز، تراجم اور تحریر وہ تقریر رکی صورت اردو کا علم بلند کرتے رہے اور اردو زبان کے لیے اپنی زندگی کا قیمتی وقت لٹاتے رہے۔ ان کے حصے میں کئی کتابیں آئیں۔ جو اردو زبان سے محبت و عقیدت کی داستان سنا رہے ہیں۔ ان میں "ہماری اردو"، "اردو نصاب"، "اردو زبان میں اصطلاحات کا مسئلہ"، اردو بحیثیت ذریعہ تعلیم"، "اردو صرف و نحو"، اور "قواعد اردو" وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کی انہی خدمات کے اعتراف میں خلیق انجم اپنی کتاب "مولوی عبدالحق کی ادبی اور لسانی خدمات" میں لکھتے ہیں:

"مولوی صاحب اردو کے پہلے شخص ہیں جنہوں نے منظم طور پر اردو تحریک کا آغاز کر کے انتہائی باقاعدگی کے ساتھ اردو مخالف طاقتوں کا مقابلہ کیا۔ مولوی صاحب کو اس سلسلے میں اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے اردو زبان کی ترقی اور فروغ کے لیے ہندوستان کے شہر شہر اور قصبے قصبے کا دورہ کیا۔ اس سے پہلے کبھی کسی نے اردو کے فروغ کے لیے ہندوستان کے مختلف شہروں کے دورے نہیں کیے تھے۔"(۳)

اسی طرح سرسید احمد خان نے بھی اپنے دور میں عصری تقاضوں کو جس شدت سے محسوس کیا اور نہ صرف محسوس کیا بلکہ اس کے لئے عملی کوششیں بھی کیں۔ انہوں نے انگریزی تعلیم اور انگریزی زبان کو وقت کی ضرورت سمجھا اور ساتھ ساتھ اردو زبان اور انگریزی زبان میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے بھی پیش پیش رہے۔ اس سفر میں ان کے رفقاء نے بھی اردو زبان و ادب کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ جن میں ڈپٹی نذیر احمد، حالی اور شبلی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں ہیں۔ اس سلسلے میں اردو زبان و ادب کے لیے علی گڑھ کی خدمات کو کسی صورت نہیں بھلایا جاسکتا۔ جس نے تغیر زمانہ کے ساتھ بذریعہ تعلیم جہاد کی صورت عملی نمونہ پیش کیا۔ اس حوالے سے قدسیہ خاتون اپنی کتاب "سرسید کی ادبی خدمات" میں لکھتی ہیں:

"علی گڑھ تحریک نے اس نئے پود کو پروان چڑھایا جس نے سرسید کے اثر سے ان کی جدید ادبی رجحانات کی روشنی میں علم و ادب کی جدید روایات کو سنبھالا اور آگے بڑھایا۔"(۴)

اردو زبان کی ترویج و ترقی میں مختلف اداروں نے بھی بڑا نمایاں کام کیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے فورٹ ولیم کالج کا نام آتا ہے۔ جب یہاں مغربی نظام حکومت کو فروغ ملا تو امور سلطنت چلانے کے لئے، اردو کو ترقی دینے اور اس کے فروغ کی ضرورت پڑنے پر یہ ادارہ قائم کیا گیا۔ جس نے نہ صرف خود زبان و ادب کی ترویج و اشاعت میں خدمات سر انجام دیں بلکہ اس نے ایسی فضا کو فروغ دیا جہاں شعوری اور لاشعوری طور پر اس کا اثر قبول کیا گیا۔ اس سلسلے میں عبد الرزاق قریشی اپنی کتاب "اردو زبان کی تمدنی اہمیت" میں لکھتے ہیں:

"انگریزی تہذیب و تمدن کے اثرات آج بھی باقی ہیں اور آئندہ بھی باقی رہیں گے کیونکہ ہندوستانی تہذیب و تمدن نے انہیں اپنے اندر جذب کر لیا ہے۔ تہذیب و تمدن کے ان تمام مدارج کا عکس اردو زبان میں نمایاں طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔" (۵)

اسی طرح انجمن ترقی اردو نے بھی اردو زبان کی ترویج و ترقی میں میں اپنا حصہ ڈالا۔ اس ادارے کے زیر اثر مختلف اردو کالجوں کا قیام، علمی اصطلاحات کی فرہنگیں، ادیبوں کی خدمات کے اعتراف کے سلسلے میں مختلف پروگرام، اسی طرح علاقائی اور دیگر زبانوں کے تراجم وغیرہ کے لیے کام کیا گیا۔

اردو زبان میں جدیدیت کا تصور ہمیں غالب کے مکاتیب کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اگرچہ یہ مکاتیب ذاتی نوعیت کے ہیں جو اپنے دور کی مکمل عکاسی کرتے ہیں۔ جدیدیت کا لفظ ان مکاتیب پر صادق آتا ہے کیونکہ ان مکاتیب کے بیان میں غالب نے رائج طریقہ کار سے مکمل روگردانی کی ہے۔ انہوں نے مدعا کو مختصر، سلیس اور سادہ انداز میں بیان کیا ہے۔ خیال فکر اور اسلوب کی بدولت بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ غالب اردو زبان و ادب کے جدیدیت کے معمار ہیں۔ ان مکاتیب نے ایک نئے ادبی رویے اور مزاج کی بنیاد ڈالی۔ جس سے اردو زبان کو رعنائی ملی۔ نثر کے ساتھ ساتھ ان کی شاعری بھی اس حوالے سے نمائندہ مثال ہے۔ ان کی اکثر سر ادبی خدمات کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے عہد کے ترجمان ہیں بلکہ آنے والے دور کے تقاضے بھی ان کے پیش نظر تھے۔

اسی طرح اردو زبان نظیر اکبر آبادی کی ہمیشہ ممنون رہے گی۔ اردو زبان میں سب سے زیادہ ذخیرہ الفاظ کا سہرا ان کے سر ہے۔ انہوں نے اپنے کلام میں عوامی موضوعات تہذیب و ثقافت اور علاقائی رنگ کو شامل کیا۔ اس سے پہلے صرف خیال یا تصورات ہی شاعری کا موضوع رہے ہیں۔

موضوعات کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں ذخیرہ الفاظ، الفاظ وصوتیات اور تشکیلی عناصر بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ موجودہ دور سائنسی ترقی کا دور ہے اس جدید دور میں زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح زبان وادب میں بھی نئے اطوار کا اثر ور سوخ بڑھ گیا ہے۔ اب چیزیں ڈیجیٹلائزڈ ہو رہی ہیں۔ معلومات کتابوں کے ساتھ ساتھ مختلف ویب سائٹس پر آن لائن موجود ہیں۔ لہٰذا تحقیق کا سفر کسی صورت آسان ہو گیا ہے۔ کافی معلومات انٹرنیٹ پر دستیاب ہیں۔ معیاری ویب سائٹس نے علمی ذخیرہ کو محفوظ کر کے گھر بیٹھے روزانہ لاکھوں لوگوں کو مستفید کر رہے ہیں۔

موجودہ دور میں دنیا کے بیش تر ممالک میں اردو ایک اہم زبان کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے۔ ان میں برطانیہ بطور خاص شامل ہے جہاں تقریبا تمام یونیورسٹیوں میں اردو زبان کی درس و تدریس ہوتی ہے۔ اسی طرح امریکہ میں بھی اردو زبان پڑھائی جاتی ہے۔ درس و تدریس کے علاوہ وہ برطانیہ اور امریکہ میں اردو کے اخبارات و رسائل بھی باقاعدگی سے شائع ہوتے ہیں۔ اسی طرح کینیڈا، جاپان، ترکی، چین، جنوبی افریقہ اور ایران وغیرہ جیسے اہم ممالک میں اردو بطور زبان پڑھائی جاتی ہے۔

اردو زبان دراصل کروڑوں لوگوں کی زبان ہے۔ موجودہ دور میں ضرورت اور وقتی تقاضوں کے تحت اردو زبان نہ صرف ترقی یافتہ شکل اختیار کر گئی ہے بلکہ نت نئے سائنسی ایجادات جن میں انٹرنیٹ کمپیوٹر اور مختلف موبائل ایپلیکیشنز نے اس کے دائرہ کار کو مزید وسیع کر دیا ہے۔ کوئی بھی ترقی یافتہ زبان وہ زبان کہلائی جاتی ہے کہ جہاں ذخیرہ الفاظ زیادہ ہوں اور زندگی کے ہر شعبے سے متعلق معلومات اور علم پہنچانے کا ذریعہ ہو۔ نیز زندگی کے مختلف سطح پر اس کی پزیرائی ہو۔ اس حوالے سے اشفاق احمد عارفی اپنی کتاب "اردو زبان کا فروغ جہات اور امکانات" میں لکھتے ہیں:

> "زبانوں کے فروغ اور ترویج و اشاعت کے تین بنیادی مراحل ہو سکتے ہیں۔ اول تدریس دوسرا تصنیف و تالیف بہ شمول تحقیق اور تیسرا مرحلہ روزمرہ کی عملی زندگی میں اس کا استعمال۔" (۲)

اردو زبان کے اس کامیابی کے سفر میں اردو صحافت کا بھی نمایاں کردار رہا ہے۔ موجودہ دور بھی صحافت کے ذریعے اردو زبان میں نئے الفاظ اور نئی معلومات کا ذخیرہ مہیا کر رہا ہے۔

اردو زبان کو عوامی سطح پر خوب پزیرائی ملتی رہی ہے اور مستقبل بھی اس حوالے سے تاب ناک ہے مگر افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ اسے سرکاری سطح پر کوئی پذیرائی حاصل نہیں اور اتنی کوششوں کے باوجود آج تک اسے سرکاری زبان کا درجہ نہیں ملا۔

انٹرنیٹ کا کردار موجودہ سائنس اور ترقی یافتہ دور میں کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ زبان و ادب کی جو پذیرائی موجودہ دور میں انٹرنیٹ کے ذریعے ممکن ہے اور ہو رہی ہے یہ کسی دوسری صورت ممکن نہیں ۔ آج زبان و ادب کے حوالے سے بیش تر مواد کو گھر بیٹھے بآسانی انٹرنیٹ کے ذریعے رسائی ممکن ہے۔ اس کے علاوہ رسائل، اخبارات، افسانے، ناول یا شاعری سے متعلق کتابیں اور معلومات انٹرنیٹ کی زینت ہیں۔

سوشل میڈیا کے مختلف ایپ اور ویب سائٹس اردو زبان کی ترویج و ترقی میں نمایاں کردار رہا اور یہ اردو زبان و ادب کو دنیا کے ہر گوشے میں پھیلانے کا سبب بنا۔

اردو کی ڈیجیٹل لائبریری نئی زبان و ادب کی وسعت میں اپنے فرائض بخوبی نبھا رہا ہے۔ یہ اردو زبان کی کامیابی ہے کہ آج اردو جدید تقاضوں کے ساتھ قدم بہ قدم اپنا کردار ادا کر رہی ہے اور یہ دنیا کی ترقی یافتہ زبانوں میں سر فہرست ہے۔

اردو زبان ان کے فروغ میں آن لائن لغات کا ذکر بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اکیسویں صدی میں یہ آن لائن لغات اردو زبان کے ایک ایک لفظ کو محفوظ کرنے میں کوشاں ہیں۔ ان میں اردو لغت، قومی انگریزی اردو لغت، جامع فیروز اللغات، فرہنگ تلفظ، قانون انگریزی لغت، اردو لغت ڈاٹ انفو اور صوفی نامہ اردو لغت وغیرہ شامل ہیں۔

آج مختلف ادارے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اردو زبان کی خدمت کر رہے ہیں۔ ان میں ادارہ فروغ قومی زبان، اردو سائنس بورڈ، اردو لغت بورڈ، اکیڈمی ادبیات پاکستان، اور مجلس ترقی ادب وغیرہ شامل ہیں۔

دنیا کو درپیش کرونا کی وبا نے انٹرنیٹ کی اہمیت کو دوچند کر دیا ہے۔ اس دوران جتنی ترقی (زبان و ادب کی موجودگی) ہوئی اگر صورت حال نارمل ہوتی تو شاید اگلے دس سالوں میں بھی ممکن نہ تھا۔ قرنطینہ میں جب ہر

طرف سے زندگی قید ہو کر رہ گئی تو صرف انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا ہی پوری دنیا کے لیے رابطے کا سبب بنا۔ اردو زبان و ادب کو اس دورانیے میں خاطر خواہ ترقی ملی۔ کتابوں کا ایک ذخیرہ جو لائبریری میں گرد و غبار کے نیچے دب چکا تھا وہ انٹرنیٹ پر موجودگی کی صورت میں لوگوں کے لئے فائدے کا باعث بنا۔

الغرض کوئی بھی قوم اپنی روایات، اقدار اور تہذیب کی عدم دست یابی کی صورت ترقی نہیں کر سکتی۔ ان سب کے لئے زبان بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ بغیر زبان کے دنیا میں اپنی شناخت بنانا ممکن نہیں۔ اس کے لیے زبان کو ترقی دینا، اسے جدید خطوط پر استوار کرنا ضروری ہے تا کہ ہم دنیا کے ساتھ اپنی شناخت اور پہچان بر قرار رکھتے ہوئے کھڑے ہوں اور کسی بھی میدان میں پیچھے نہ ہوں۔

اردو زبان کو اس لحاظ سے عالمگیریت حاصل ہے کہ اس زبان نے نہ صرف دوسری زبانوں کو اپنے اندر سمویا بلکہ ان کے الفاظ کے لیے بھی اپنا دامن کھلا رکھا۔ کوئی بھی ایسا شعبہ نہیں جہاں اردو میں معلومات یا علم نہ ہو۔ چاہے وہ علوم و فنون، تاریخ، سیاسیات، فلسفہ، تعلیم و تدریس، نفسیات، سماجیات، عمرانیات، معاشیات، تجارت، ریاضیات، کیمیا، طبعیات، طب، انجینئرنگ، حیوانات، قانون، فرہنگ اصطلاحات، سائنسی کتب اور بچوں کا ادب شامل ہیں۔ غرض یہ کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس زبان کو ہر قسم کے خیالات، معلومات اور علم کے اظہار کا ذریعہ بنایا گیا۔ وقت کی تبدیلی کے ساتھ اردو زبان میں جدیدیت آنے لگی اور یہ ترقی کے منازل طے کرنے لگی۔ اس لئے آج اردو وسیع پیمانے پر بولی، سمجھی اور لکھی جاتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اسد اللہ خان غالب، "دیوان غالب"، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی، ۲۰۰۱ء، ص ۵۱

۲۔ ڈاکٹر مولوی عبد الحق، 'ہماری زبان"، نیا سنسار کتاب گھر مراد پور پٹنہ، ۱۹۴۹، ص ۳۰، ۳۱

۳۔ خلیق انجم، "مولوی عبد الحق ادبی و لسانی خدمات"، انجمن ترقی اردو ہند نئی دہلی، جلد اول ۱۹۹۲ء، ص ۸

۴۔ ڈاکٹر قدسیہ خاتون، "سر سید کی ادبی خدمات"، کتابستان چک الہ آباد بھارت، ۱۹۸۱ء، ۲۶۴

۵۔ عبد الرزاق قریشی، "اردو زبان کی تمدنی اہمیت"، معارف ادارہ المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۲ء، ص ۳

۶۔ اشفاق احمد عارفی، "اردو زبان کا فروغ جہات اور امکانات" قومی راج دھانی خطہ دلی آئی پی اسٹیٹ نئی دہلی ۲۰۰۴ء، ص ۵